عظمتِ ساداتِ کرام

تصنیفِ لطیف

حضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ أَجْمَعِينَ

أَمَّا بَعْد!

جاننا چاہیے کہ جُوں جُوں (جیسے جیسے) قیامت قریب سے قریب آتی جارہی ہے حالات بگڑتے جارہے ہیں۔مسلمان اپنے مذہب سے دور ہوتے جارہے ہیں۔مادر پدر (بے لگام اور بے حیاء) آزادی کا زہر مسلمانوں کو اپنے مذہب سے دور کرتا جارہا ہے۔لوگوں کی یہ حالت نہایت ناگُفتہ بہ (ناقابلِ بیان) ہے بجائے اِس کے کہ لوگ حق تعالیٰ کی طرف متوجّہ ہوتے ،اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زندگی کے لَیل و نَہار (شب و روز) گزارتے ، حق تعالیٰ کو راضی کرنے کی سَعی (کوشش) کرتے۔لوگ حق تعالیٰ سے دوری اختیار کرتے جارہے ہیں۔لوگ ایسے اُمور میں مَشغولیت اِختیار کیے ہوئے ہیں، جو حق تعالیٰ کے قہر و غَضب کا سبب ہیں۔گمراہی کا دور دورہ ہے۔شَرعی اُمور پہ ہر کَس و ناکس (ہر عام و خاص شخص) طَبع آزمائی (رائے زنی یا اپنی عقل آزمائی) میں مصروف ہے۔حَقائق (سچائی) سے لوگ آنکھیں چُرا رہے ہیں اور ضَلالت و گمراہی کے دَیو (باطل نظریات کے نمائندے) ہر طرف چِنگھاڑتے (گمراہ کن آوازیں نکالتے) پھر رہے ہیں۔

جیسے لوگ دین سے دور بھاگتے جارہے ہیں۔اِسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عَظمت بھی لوگوں سے مٹانے کی پوری کوشش کی جارہی ہے۔مغربی میڈیا پہ آئے دن مدنی تاجدار احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مَنفی پروپیگنڈہ (جھوٹا اور گمراہ کن تبلیغی حملہ) مسلمانوں کو بھی لپیٹ میں لیتا جارہا ہے۔اِس پُر فِتن (فساد سے بھرے) دور میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے لوگ الحمد اللہ ابھی باقی ہیں۔جن کے دلوں میں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مَوجزَن (بھرپور انداز میں جاری) ہے۔

اِسی محبتِ رسول اللہ ﷺ کے جذبۂ صادق (سچے جذبے) کے تحت ہی شہزادۂ غَوثُ الوریٰ پیر سیّد ملوک محمد شاہ الرزاقی القادری الجیلانی صاحب نے حکم فرمایا کہ عظمتِ ساداتِ کرام کے متعلق رسالہ لکھا جائے۔

الحمدللہ فقیر نے یہ رسالہ لکھ کر آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش کرنے کی سَعادت حاصل کی ہے۔اِس کا نام "عظمتِ ساداتِ کرام" تجویز (چنا یا منتخب) کیا ہے۔اللہ تعالیٰ شرف ِ قبولیت سے نوازے۔

گر قبول اُفتَد زَہے عِزّو شَرف (اگر یہ قبول ہو جائے تو یہ بہت بڑی عزت اور شرف کی بات ہے۔)

اللہ تعالیٰ پیر صاحب سیّد ملوک محمد شاہ الرزاقی القادری الجیلانی صاحب کو مزید دینِ متین کی خدمات کے سلسلے میں مُستَعِد (تیار و سرگرم) فرمائے اور سعادتِ دارَین (دنیا و آخرت کی بھلائی) سے نوازے۔دینِ متین کی خدمت کرنے میں مصروف سبھی دوست احباب کو اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی انعامات سے نوازے اور فقیر کی یہ ادنیٰ (چھوٹی اور عاجزانہ) سی کوشش محبوبوں (اللہ کے مقرب بندوں) کے صدقے (وسیلے سے) قبول فرمائے اور سعادتِ دارَین سے نوازے۔

فقط طالبِ دعا

مدینے کا بھکاری: الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور۔پاکستان

عظمتِ ساداتِ کرام

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيبِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِيْنِ أَمَّا بَعْد!

جاننا چاہیے کہ جُوں جُوں (جیسے جیسے) قیامت قریب سے قریب آتی جارہی ہے، بدعَقیدگی (غلط عقیدہ رکھنے کا عمل) اور بد عَمَلی (اعمال میں خرابی) کو عُروج (بلندی) حاصل ہوتا جارہاہے، ہر طرف کُفر (اللہ کا انکار) و شرک (اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا)، بدعَقیدگی اور بد عَمَلی کے دَیو (وحشی اور تباہ کن قوتیں) چنگھاڑتے (زور سے دھاڑتے ہوئے) پھر رہے ہیں۔ کوئی لمحہ سکون نہیں، بے چینی (دل کی گھبراہٹ) اور بے قراری ہر لمحہ بڑھتی جارہی ہے۔ پڑھے لکھے جُہلَاء (تعلیم یافتہ مگر دین سے ناآشنا لوگ) ہر طرف جہالت (علم دین کی کمی) کا راج قائم کرنے کی بھرپور کوشش کررہے ہیں۔ مگر رَبِّ کائنات (تمام جہانوں کے پالنے والے) کا فَضل وکَرم ہے کہ کُفر وشرک، بدعَقیدگی وبد عَمَلی کا زَہر مکمل طور پر ابھی نہیں پھیلا۔ اُس کے اثرات محسوس کر کے مَخلوقِ خُدا (اللہ کی پیدا کی گئی مخلوق) کی بھلائی (بہتری) کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے کچھ لوگ ابھی تک کوشش میں مشغول ہیں کہ اللہ کرے محبوبِ کبریا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اُمّت جَہالت وجُہَلَاء (نادان اور دین سے دُور لوگوں) کی حقیقت سمجھ سکے اور اُس سے بچنے کی کوشش کرے۔

كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْقُرْآنِ الْمَجِيدِ فُرْقَانِ الْحَمِيدِ: "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (المائدۃ:2)

ترجمہ: نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں تعاوُن کرو اور گناہ اور زیادتی کے اُمور میں تعاوُن نہ کرو۔

فائدہ: کیونکہ نیکی اور پرہیز گاری کے اُمور میں تعاوُن کرنا بھی نیکی ہے۔ گناہ اور زیادتی کے اُمور میں تعاوُن کرنا گناہ ہے۔ فلہٰذا نیکی اور پرہیز گاری کے اُمور میں تعاوُن کر کے بھرپور طریقے سے نیکیوں میں شامل ہونا چاہیے۔ اور جہاں تک ممکن ہو گناہ اور زیادتی والے اُمور سے بچنے کی سَعی (کوشش) کرنی چاہیے۔ اِس میں اپنا بھی بھلا (فائدہ) ہے اور مخلوق خدا کا بھی بَھلا (فائدہ) ہے۔

آج کل بعض لوگ عَظمتِ ساداتِ کِرام (نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خاندان کے بزرگان کی بزرگی و مقام) کے متعلق بڑے ہی عَجیب و غَریب شگوفے (بے تکے اور بے بنیاد باتیں) چھوڑنے میں مصروف ہیں۔ حالانکہ عَظمتِ سادات (اہل بیت کی عظمت) کوئی ایسا موضوع نہیں ہے کہ جس کے متعلق شَریعَتِ مُطَہَّرہ میں واضح ہِدایات (رہنمائی اور احکام) نہ بیان فرمائی گئی ہوں۔ نہ جانے عَظمتِ سادات کے متعلق غَلَط سَلَط باتیں (بے بنیاد اور گمراہ کن باتیں) بیان کر کے بعض لوگ کسی جَذبے کی تسکین (اندرونی خواہش یا ضد کو خوش کرنے) میں مصروف ہیں۔

اللہ تعالیٰ حَق سمجھنے کی تَوفیق (سچ کو پہچاننے کی صلاحیت) عطا فرمائے اور صَحیح عَقائد واَعمال (درست ایمان اور عمل) اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِيْن، ثُمَّ آمِيْن، بِجَاهِ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

نسبت کی بہاریں: نسبت کی عظمت سے کسی کو بھی انکار نہیں۔ مخالف، م ُوافق سَبھی نسبت کی عظمت کو تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ نسبت کے متعلق بے شمار دَلائل قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ محض ہَٹ دھرمی اور ضِد کا کوئی علاج نہیں۔ محض ضِد اور ہٹ دھرمی کا علاج اِس دنیا میں ہو یا نہ ہو آخرت میں ان شاءاللہ ضرور ہو گا۔ جب ضِد اور ہَٹ دَھرمی کی نحوست کا سامنا کرنا پڑے گا تو پھر پچھتاوا ہو گا۔ اُس وقت کا پچھتانا کسی کام نہ آئے گا۔ اِس لیے چاہیے کہ اگر پچھتانا ہے تو آج سابقہ بے ڈھنگی رَوِش چھوڑنی چاہیے۔ اِس میں فائدہ ہے۔

رمضان المبارک کی فضیلت: ماہِ رمضانُ المبارک اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا مَحبوب (پسندیدہ) مہینہ ہے کیونکہ اُس ماہِ مبارک میں قرآن مجید اُترا۔ قرآن مجید میں ہے کہ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ (پ:۲، سورۃ البقرہ، آیت :۱۸۵)

ترجمہ: رمضان المبارک کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل فرمایا گیا لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں۔

شب قدر: راتوں میں سے شبِ قدر کی فضیلت بیان کی گئی ہے کیونکہ اُس رات قرآن مجید نازل ہوا۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَا أَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (پ:۳۰ سورۃ القدر)

ترجمہ: بے شک ہم نے اُسے شب قدر میں اُتارا، اور تم نے کیا جانا کیا شبِ قدر، شبِ قدر ہزاروں مہینوں سے بہتر اور اُس میں فرشتے اور جبریل اُترتے ہیں۔ اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک۔

واضح ہوا کہ شبِ قدر ایک افضل رات ہے، ایسی افضل رات ہے اُس رات میں خصوصیت کے ساتھ عبادت میں مشغولیت اختیار کرنی چاہیے۔ اِس سلسلے میں یہاں تک بیان ہوا ہے کہ یہ رات " خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ "یعنی ہزار راتوں سے بہتر ہے۔

اُس رات کی فضیلت کا سبب کیا ہے اُس رات کی فضیلت کا سبب یہی ہے کہ اُس رات میں قرآن مجید نازل ہوا ہے، جس رات کو حضور نبی کریم ﷺ کے نازل ہونے والی کتاب سے نسبت ہو گئی وہ رات شبِ قدر بن گئی۔ ایسی ہزار راتوں سے بہتر بن گئی کہ جن میں شبِ قدر نہ ہو۔ تو واضح ہوا کہ نسبت کے باعث اَشیاء ممتاز (نمایاں مقام والی) ہو جاتی ہیں اور جن چیزوں کو رسول اللہ ﷺ سے نسبت ہو جائے وہ اشیاء ساری کائنات کی اشیاء سے افضل ہو جاتی ہیں۔ وہ چیزیں اپنی جیسی چیزوں سے ممتاز ہو جاتی ہیں۔ اُن کی افضلیت اور ممتاز ہونے کا کیا سبب ہے۔ سبب یہی ہے کہ اُن چیزوں کو مدنی تاجدار احمد مختار ﷺ سے نسبت ہو جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ سے منسوب اَشیاء کائنات کی ساری چیزوں سے ممتاز ہو جاتی ہیں۔ عظمت و شان والی اور نرالی ہو جاتی ہیں۔ مدینہ منوّرہ کو لوگ "یَثْرِب" کے نام سے پکارا کرتے تھے، مگر جب سے نبی کریم ﷺ سے نسبت ہوئی وہی "یَثْرِب" کہا جانے والا شہر " مدینہ منوّرہ" کہا جانے لگا۔ یہ مدنی تاجدار ﷺ کی نسبت ہی کا نتیجہ ہے کہ اُس شہر کی خاک (مٹی) بھی خاکِ شفا (شفا دینے والی مٹی) بن گئی۔

ربیع الاول شریف کا مہینہ مبارک بھی عام مہینوں جیسا ہی مہینہ ہے مگر جب سے ا ُس مہینہ مبارک کو حضور اکرم ﷺ سے نسبت ہوئی، اُس مہینہ کی شان ہی اور ہو گئی۔

مکہ شہر کی قسم: نبی کریم ﷺ کی ہر نسبت والی چیز اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب (پسند) ہے یہی دیکھیے جب مدنی تاجدار احمد مختار ﷺ سے مکّہ شہر کی نسبت ہوئی، تو اُسی نسبت کی بِناء پر ربِّ کائنات نے اِرشاد فرمایا:

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَانتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ (پ:۳۰، سورۃ البلد ۲۔۱)

ترجمہ: مجھے اِس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اِس شہر میں تشریف فرما ہو۔

اعلیٰ حضرت عَظیم البرکَت الشّاہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

کلامِ مجید نے کھائی شاہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

فائدہ: واضح ہوا کہ جس چیز کی نسبت نبی کریم ﷺ سے ہوئی وہی چیز بڑی عظمتوں والی بن گئی۔ یہ موضوع بڑا طَویل ہے۔ محبوبوں سے نسبت کی بِناء پر ہی ربِّ کائنات نے انجیر، زیتون، طور اور اَمن والے شہر کی قسم بیان فرمائی ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ: وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ سِينِينَ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ (سورۃ والتین، آیت:۱-۳، پ:۳۰)

ترجمہ: اِنجیر کی قسم اور زَیتون اور طورِ سینا اور امن والے شہر کی۔

اُمّھات المؤمنین: جو چیز بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ مَنسوب ہوگئی وہ اپنے جیسی اَشیاء سے نِرالی اور عظمتوں والی بن گئی۔ اور اُس عظمت سے انکار کسی طرح بھی مومنوں کے لائق نہیں، اَزواجِ مُطہّرات کے متعلق ربِّ کائنات کا ارشاد گرامی ہے:

يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ (پ:۲۲، سورۃ الاحزاب، ۳۲)

ترجمہ: اے نبی کی بیبیو تم اور (دوسری) عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

فائدہ: اَزواجِ مُطہّرات کی نسبت نبی کریم سے ہوئی تو آپ کی اَزواجِ مُطہّرات عام عورتوں سے افضل ہوگئیں، کیونکہ محبوب کریم سے نسبت بڑی کامل چیز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محبوب ﷺ کی اُمّت بقیہ تمام انبیاءِ کرام کی اُمّتوں سے افضل ہے۔

نسبت کی وجہ سے جانور جنّتی: یہ نسبت کی بہار ہے، محض نسبت کے باعث چند جانور جنّت میں جائیں گے۔

۱۔ حضرت یونس علیہ السلام سے نسبت کی بِناء پر وہ مچھلی جنّت میں جائے گی جس کے پیٹ میں کچھ عرصہ حضرت یونس علیہ السلام رہے۔

۲۔ جس دُلدُل (گھوڑے) پر حضرت علی سوار ہوئے وہ دُلدُل بھی جنّت میں جائے گا۔

۳۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے نسبت رکھنے والی چیونٹی بھی جنّت میں جائے گی۔

۴۔ وہ ہُدہُد جو حضرت سلیمان علیہ السلام کا خطِ مبارک ملکہ بلقیس تک لے گیا وہ بھی جنّت میں جائے گا۔

۵۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو مینڈھا ذِبح فرمایا تھا وہ بھی جنّت میں جائے گا۔

۶۔ اَصحابِ کَہف کی مَعیّت (صُحبت) اختیار کرنے والے کتّے کے متعلق بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بھی جنّت میں جائے گا۔

فائدہ: یہ تمام جانور محض اچّھی نسبت کی وجہ سے ہی جنّت میں جائیں گے۔

سادات کی نسبت: اب سادات کے متعلق غور فرمایئے! جب شہر کو نبی کریم ﷺ سے نسبت ہو جائے، تو وہ شہر دیگر شہروں سے افضل ہو جاتا ہے۔ اِس طرح غور فرمایئے محبوب کریم ﷺ سے نسبت کی بناء پر ربِّ کائنات نے آپ ﷺ کے شہر کی قسم بیان فرمائی۔ نسبتِ پیغمبر کے باعث ہی آبِ زم زم کو جو کہ بظاہر سادہ سا پانی ہے، نہ اُس میں چینی ملی ہوئی ہے کہ شربت بنادیا گیا ہو اور نہ ہی اُس میں کسی اور چیز کو ملایا گیا ہے بلکہ بظاہر عام پانی ہے مگر پیغمبر کی نسبت کے باعث یہ مقام حاصل ہوا۔ آپ ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز دیگر تمام چیزوں سے افضل واعلیٰ قرار پاتی ہے۔ مدنی تاجدار احمد مختار ﷺ سے نسبت رکھنے والی اُمّت تمام اُمّتوں سے افضل ہے۔ اِسی طرح نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ سے افضل ہیں۔ مدنی تاجدار احمد مختار ﷺ کی اُمّت کے اَولیاءِ کرام بقیہ تمام انبیائے کرام کی اُمّتی اَولیاءِ کرام سے افضل ہیں۔ مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کے آلِ پاک تمام انبیاءِ کرام کی آل سے افضل۔ نبی کریم ﷺ کی نسلِ پاک تمام انسانوں کی نسلوں سے افضل ہے۔ افضلیّت نبی کریم ﷺ کی نسبت کے باعث ہے۔ ساداتِ کرام کو نبی کریم ﷺ سے خصوصی نسبت حاصل ہے۔ اِس لیے ساداتِ کرام تمام اَقوام (قوموں) سے افضل ہیں۔ اُن کے شرف اور افضلیّت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہونا چاہیے۔ پھر بھی اگر کوئی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانا چاہے تو اُسے کون روکے۔ واضح ہوا ساداتِ کرام کو جو شَرف وافضلیّت ہے وہ کسی قوم کو حاصل نہیں۔

نسبتِ ابراہیمی اور نسبتِ محمدی:

وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ (پ:۲۰، سورۃ العنکبوت، آیت: ۲۷)

ترجمہ: اور ہم نے اُس (یعنی حضرت ابراہیم) کی اولاد میں نُبوّت اور کتاب رکھ دی۔

فائدہ: حضرت ابراہیم (علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے بعد تمام انبیاءِ کرام (پیغمبر علیہم السلام) آپ ہی کی اولاد (نسل) میں سے تھے، اور تمام کتابیں اور صحیفے (آسمانی صحیفے) بھی آپ ہی کی اولاد پر نازل (اتارے گئے) ہوئے۔۔ اولادِ ابراہیم کو یہ عظمت اِسی وجہ سے حاصل ہوئی کہ وہ ابراہیمی ہیں۔ اِسی اُصول پہ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے نسب ونسبت کا قیاس (اندازہ) کرلیں۔

جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پر اتنا فضل وکرم ہوا کہ آپ کے بعد جتنے بھی انبیاءِ کرام اور رسول اِس جہانِ فانی میں تشریف لائے وہ سب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے تھے اور اِسی طرح جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد یعنی ساداتِ کرام کا بھی بڑا مقام ہے۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خاتم النبین نہیں تھے اِس لیے آپ کے بعد جتنے بھی انبیاءِ کرام ہوئے آپ کی اولاد سے ہوئے اور محبوب کریم ﷺ کے بعد چونکہ کسی نبی نے نہیں آنا کیونکہ نبی کریم ﷺ خاتم النبین ہیں۔ اِس لیے ساداتِ کرام کو خاص مقام حاصل ہے بشرطیکہ صحیح مذہب سے ہَٹ نہ جائے۔

ساداتِ کرام کی افضلیت:

يٰبَنِيٓ إِسْرَآئِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِينَ (پ:۱، سورۃ البقرہ، آیت: ۴۷)

ترجمہ: اے یعقوب علیہ السلام کی اولاد میری اُس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور میں نے تم کو (اس وقت) تمام جہانوں پر بزرگی دی۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا نسب ایسا اعلیٰ ہے کہ حق تعالیٰ نے اُن کی اولاد کو تمام خاندانوں سے اونچا کیا تھا، لہٰذا یقیناً حضور ﷺ کے خاندان والے ساداتِ کرام آج تمام جہان والوں سے نسبت کے لحاظ سے اعلیٰ ہیں۔

مدنی تاجدار ﷺ کا تشریف لانا:

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَ جَعَلَكُمْ مُلُوكًا (پ:٦سورۃالمائدہ، آیت : ٢٠)

ترجمہ: (اے یعقوب علیہ السلام کی اولاد) میری نعمتوں کو یاد کرو کہ جو تم پر ہیں کیونکہ تم میں انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ کسی قوم میں انبیاءِ کرام کا تشریف لانا اللہ تعالیٰ جلّ جَلالَہ کی خاص نعمت ہے جس سے دوسری اَقوام محروم ہیں۔ لہذا ساداتِ کرام میں مدنی تاجدار احمدِ مختار حضرت محمد مصطفی ﷺ کا تشریف لانا ربِّ کائنات کی خاص رحمت ہے جو اَوروں (دوسروں) کو حاصل نہیں۔

يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ (پ:٢٢،سورۃالاحزاب، آیت نمبر ٣٢)

ترجمہ: اے نبی کی اَزواج! اگر تم پرہیز گاری اختیار کرو تو تم کسی دوسری عورت کی طرح نہیں ہو۔

فائدہ: نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کی تقویٰ شِعار (پرہیز گار و نیک سیرت) اَزواجِ مُطہّرات تمام جہان والے لوگوں کی پرہیز گار عورتوں سے افضل ہیں، کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کی اَزواجِ مُطہّرات ہیں۔ لہذا ساداتِ کرام جو پرہیز گار ہیں وہ دوسرے پرہیز گاروں سے اعلیٰ ہیں کیونکہ وہ حضور سیّدِ لولاک ﷺ کے نسب والے ہیں۔ مزید آیات اور تفصیل فقیر کی کتاب "فضائل اہلِ بیت" میں ملاحظہ فرمایئے۔

اہمیتِ نسبت اور شرفِ سادات: "حَسب" ذاتی کمالات کو کہتے ہیں جبکہ "نسب" کے معنی ہیں: "ہر انسان کے آباؤ اجداد سے صحیح اِنتساب" اِس لیے جس کے آباؤ اجداد جتنے صاحبِ فضائل و کمالات ہوں گے اُس قدر ہی اُس خاندان یا قبیلہ کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ اسے شرافتِ نسبی کہا جاتا ہے۔ نَسَب (خاندانی سلسلہ، خونی رشتہ) کا مَقام (مرتبہ، درجہ) اور اِحترام مُسلَّم (تسلیم شدہ، مانا ہوا) ہے۔ دوسرے مذاہب بھی اُسے تسلیم کرتے ہیں، مگر اسلام میں خاص طور پر شَرَفِ نَسَب (خاندانی شرافت و عزت) قابلِ احترام ہے۔ مثلاً دیکھیے، نِکاح (شادی) میں کُفو (برابری، ہم پلہ ہونا) کا اعتبار نَسَب کے باعث ہی ہے۔ اِسی طرح اسلام میں وَقار (عزت و تمکنت) اور تعظیم (احترام و ادب) بھی نَسَب کے شَرَف (خاندانی عظمت) کے باعث ہے۔

کوئی نہ مانے تو اُس کی مرضی، ورنہ آباء و اَجداد (باپ دادا، بزرگوں) کی شرافت (نیک نامی) اَخلاف و اَعقاب (اولاد اور بعد والے نسلوں) کے لیے دنیا و آخرت میں عِزّت و اِحترام کا سبب بنتی ہے۔ ہر دور میں نَسَب کا پاس (لحاظ، احترام) کیا جاتا رہا ہے۔ اِس سلسلے میں قرآنِ مجید میں بھی حضرت مُوسیٰ کَلیمُ اللّٰہ علیہ السّلام کا حضرت خِضر علیہ السّلام کے پاس جانے والا واقعہ مُفصَّل (تفصیلاً) بیان ہوا ہے۔ تفصیلی واقعہ قرآنِ مجید اور "فیوضُ الرَّحمٰن ترجمہ تَفْسِیرِ رُوحُ البَیَان" میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

پارہ: ١٥، سورۂ کہف، آیت نمبر ٨٢ میں دو یتیم بچوں کی دیوار کی اُجرتِ تَعمیری (مرمت و تعمیر کی خدمت) کا ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السّلام نے اُس دیوار کو تعمیر کیا۔ وہ دیوار شِکستہ (ٹوٹی ہوئی، خراب) تھی، اُس کے نیچے یتیم بچوں کا مال دفن تھا۔ اُن یتیم بچوں پر خاص عِنایات (مہربانیوں، نوازشوں) کا سبب بیان کرتے ہوئے قرآنِ مجید میں یوں بیان ہے کہ

"وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ (پ:١٢سورۃ کہف، آیت ٨٢)

ترجمہ: رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اُس کے نیچے اُن کا خزانہ تھا اور اُن کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں۔ آپ کے رب کی رحمت ہے۔

فائدہ: جن دو بچوں کی دیوار تعمیر کرنے کا ذکر ہے اُن کی وضاحت قرآن مجید میں یوں بیان ہوتی ہے: "وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا" یعنی اُن دو بچوں کا باپ ایک نیک اور صالح انسان تھا۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ وہ نیک اور صالح آدمی ساتویں یا دسویں پُشت پہلے اُن کا جدِ اعلیٰ ہوا تھا۔[1]

دو فائدے:

۱۔ واضح ہوا کہ نیک اور صالح بزرگوں کے وِصالِ باکمال کے بعد بھی اُن کے اَخلاف و اعقاب (اولاد اور بعد والے نسلوں) کو اُن کی نیکیوں کا فائدہ پہنچایا گیا۔

۲۔ ربِّ کائنات نے باپ دادا کی شَرافت اور نیک اَعمال کے باعث اُن دو بچوں کا لحاظ فرمایا۔

ساداتِ کرام کی قُریش سے نسبت:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ النَّاسُ تَبَعٌ بِقُرَيْشٍ فِي هَذَا الشَّانِ مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِكَافِرِهِمْ[2]

(بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوۃ شریف، باب المناقب قریش)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اِس بات میں لوگ قریش کے تابع ہیں، قریش کے مسلمان (تمام غیر قریشی) مسلمانوں کے اور قریش کے کافر (غیر قریشی) کافروں کے سردار ہیں۔

فائدہ: واضح ہوا کہ قُریش (نبی کریم ﷺ کا قبیلہ) میں قِیادت (رہبری، لیڈر شپ) اور اِمارَت (سرداری، حکمرانی) کا جَوہَر (صلاحیت، خمیر) موجود ہے۔ بلکہ سَرداری (رہنمائی، لیڈر شپ) اُنہیں خوب جچتی ہے۔ "مَظَاہِرِ حَقّ جَدِید" (مشہور شرح مشکوۃ المصابیح) از نواب قُطبُ الدّین خان دہلوی، جسے عبد اللہ جاوید غازیپوری (فاضل دیوبند) نے جدید ترتیب میں تیار کیا ہے، "مَظَاہِرِ حَقّ جَدِید" میں ہے کہ

"بہر حال اِس ارشاد (فرمانِ نبوی) کا مقصد قریش کی قائدانہ حیثیت (رہبری کے مقام) کو بیان کرنا ہے، کہ قیادت و اِمارت کا جَوہَر (صلاحیت) اُنہیں ہی نصیب (حاصل) ہے، خواہ وہ اپنے عَہدِ جاہلیت (اسلام سے پہلے کے دور) سے وابستہ رہے ہوں یا عَہدِ اسلام (اسلام کے بعد کے دور) سے۔ لیکن اُن کی اِس قیادت و اِمارت کو فَضل و شَرَف (عزت و بزرگی) کا اعتبار صرف اسلام کی صورت میں حاصل ہے، نہ کہ کُفر (اللہ کے انکار) کی حالت میں۔ اور اگر فَضل و شَرَف کی قید (شرط) مقصود نہ ہو، تو کہا جا سکتا ہے کہ اِس ارشادِ گرامی میں قریش کی مُطلَق قیادت و اِمارت (بلا تخصیص، ہر طرح کی سرداری) کا ذکر ہے، خواہ اُس کا تعلّق دنیاوی اُمور (معاشی، سماجی معاملات) سے ہو یا مذہبی اُمور سے۔ چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں بھی نہ صرف دنیاوی اعتبار سے قریشِ مَکّہ تمام عرب قبائل میں سَردار قبیلہ کی حیثیت رکھتے تھے، بلکہ اُس وقت کے اُن کے مذہبی معاملات جیسے: بیت اللہ کی تولِیَت (کعبہ کی نگہبانی)، کَلِید داری (کعبہ کی چابیاں سنبھالنا)، اور پانی پلانے (حاجیوں کو زمزم پلانا) وغیرہ کی ذِمّہ داریوں (ذمہ دارانہ خدمات) کا اِعزاز (اعلیٰ مقام) بھی انہی کو حاصل تھا۔

---

[1] (تفسير الألوسي روح المعاني، سورة الكهف: الآيات 82 إلى 85، 336/8، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1415هـ 1994م)

[2] (صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب قول الله تعالى يا أيها الناس إنا خلقناكم من ذكر وأنثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا إن أكرمكم عند الله أتقاكم، 1288/3، الحديث 3305، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/1993م)

(صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب الناس تبع لقريش والخلافة في قريش، 1451/3، الحديث 1818، دار إحياء الكتب العربية)

(مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب قريش وذكر القبائل، الفصل الأول، 1687/3، الحديث 5979-[1]، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

اور بعض حضرات (علماء) نے یہ کہا ہے کہ اِس بات سے مُراد (مقصود) اِمامتِ کُبرٰی (خلافتِ عامہ) اور مَنصبِ خلافت (خلیفہ بننے کا عہدہ) ہے، جیسا کہ دوسری اَحادیث میں وضاحت کے ساتھ مَنقُول (روایت شدہ) بھی ہے۔"[3] (مظاہر حق جدید، جلد ۵، ص: ۲۰۲-۲۰۱)

فائدہ: چونکہ ساداتِ کرام کا تعلق قبیلہ قریش سے بھی ہے لہٰذا یہ فضیلت ساداتِ کرام کے خاندان کو بدرجہ روئی (زیادہ مناسب طور پر) حاصل ہے۔

مدنی تاجدار کی نسبت:

وَعَنْ سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ يُرِدْ هَوَانَ قُرَيْشٍ أَهَانَهُ اللهُ[4] (رواہ الترمذی، مشکوۃ شریف، مناقب قریش فصل: ۲)

ترجمہ: حضرت سعید رضی اللہ عنہ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے قریش کی ذلت و خواری چاہی اُس کو اللہ تعالیٰ ذلیل وخوار کرے گا۔

فائدہ: قریش کی عزّت واحترام ہر صورت میں لازِم ہے اور ہر مسلمان پہ لازِم ہے اور اُن کی ذلّت ورُسوائی کا سبب بننا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اِس سلسلے میں ساداتِ کرام کی عظمتوں کو مدِّ نظر رکھنا بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔ سادات کا احترام اِس لیے کرنا کہ مدنی تاجدار ﷺ سے اُن کی خصوصی نسبت ہے۔ بے شمار ظاہری وباطنی فوائد کے حُصول کا سبب ہے۔ ساداتِ کرام کی عظمت وشان تو بہت بلند ہے۔

حدیث کی شرح از مظاہر حق جدید: درج بالا حدیثِ مبارکہ کی شرح دیوبند مکتبہ فکر کی نمائندہ "شرح مشکوۃ مظاہر حق جدید" سے ملاحظہ فرمائیے۔

"مطلب یہ کہ قریش کی عزّت اور اُن کا احترام ہر صورت میں لازِم ہے۔ اُن کی عزّت کے درپے ہونا اور اُن کی ذلّت ورُسوائی چاہنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لینا ہے۔ خواہ وہ امامتِ کبریٰ یعنی خلافت وِامارت پر فائز ہوں یا فائز نہ ہوں۔ اُن کے خلیفہ وامیر ہونے کی صورت میں اُن کی اِہانت (بے ادبی) وبے عزتی کرنے کی مُمانعت اور تہدید (سخت تنبیہ) کی وجہ تو ظاہر ہے۔

رہی وہ صورت جبکہ وہ خلافت وِامارت کے مَنصب (عہدہ) پر فائز نہ ہوں تو اُس صورت میں بھی اُن کی اِہانت وبے عزتی کرنے کی ممانعت اِس اعتبار سے سمجھی جائے گی کہ اُن کو آنحضرت ﷺ کی نسبت حاصل ہے اور اُن کا یہ خصوصی فضل وشرف (فضیلت وبزرگی) اِس بات کا مُتقاضی (تقاضا کرنے والا) ہے۔"[5] (مظاہر حق جدید، ج ۵، ص: ۶۰۹)

اِس سے اُن لوگوں کو عِبرَت (سبق، نصیحت) حاصل کرنے کی ضرورت ہے جو نبیِ کریم ﷺ کے اُمّتی (پیروکار، آپ کی امت کے فرد) ہونے کے دَعوٰی دار (دعویٰ کرنے والے) بھی ہوتے ہیں، اور نبیِ کریم ﷺ کی آلِ پاک (اہل بیت، خاندانِ نبوت) ساداتِ کرام (سید خاندان کے معزز افراد) کے متعلق عجیب وغَریب (غیر معیاری اور نامناسب) زَبانی کَلامی پھُول جھڑیاں (بناوٹی تعریفی جملے) چھوڑتے نظر آتے ہیں۔ اُن کی یہ گُلکارِیاں (خوبصورت الفاظ میں چھپی ہوئی بدتمیزیاں) ہی لے ڈُوبیں گی (انجام خراب کردیں گی)۔ لِہٰذا آج سَنبھلنے (اپنے رویے کو درست کرنے) کا وقت ہے، سَنبھل جائیے۔ سابِقہ (گزشتہ) غیر مُہذّب گُفتگو (بدتمیزی پر مبنی باتیں) جو ساداتِ کرام کے متعلق اپنی زَبان سے اَدا کرچکے یا اپنی کُتُب (کتابوں) میں تحریر کرچکے، اُن سے توبہ کیجئے۔

---

[3] (مظاہر حق جدید شرح اردو مشکوۃ شریف از نواب محمد قطب الدین خان دہلوی، کتاب المناقب، الفصل الاول، لوگ قریش کے تابع ہیں، 5/542، مکتبۃ العلم، اردو بازار، لاہور)

[4] (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب قريش وذكر القبائل، الفصل الثاني، 3/1688، الحديث5988-[10]، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

[5] (مظاہر حق جدید شرح اردو مشکوۃ شریف از نواب محمد قطب الدین خان دہلوی، کتاب المناقب، الفصل الثانی، قریش کی فضیلت، 5/549، مکتبۃ العلم، اردو بازار، لاہور)

ساداتِ کرام کا احترام: اِس حدیث مبارکہ سے جہاں قریش کی عظمت بیان ہوئی ہے وہاں ساداتِ کرام کی عظمت بدرجہ اولی بیان ہوئی ہے۔ ساداتِ کرام کی عظمت سے وہی انکار کرے گا جس کا دل ٹیڑھا ہو گا۔ حدیثِ مبارکہ واضح ہے کہ جس شخص نے قریش کی ذِلّت وخواری چاہی اُس کو اللہ تعالیٰ ذلیل وخوار کرے گا۔

فائدہ: واضح ہوا کہ جو قُریش کی ذِلّت و خَواری (رسوائی اور کم درجے کی حالت) چاہے گا، اُسے اللہ تعالیٰ ذَلیل وخوار (رسوا اور بے عزت) کرے گا۔ یہاں مُطلَقاً (عمومی طور پر، بغیر کسی قید کے) ارشاد فرمایا گیا ہے۔ یہ ذِلّت وخَواری دنیا میں بھی ہوسکتی ہے اور آخرت کی بَرْبادی (تباہی) کی صورت میں بھی ہوسکتی ہے۔ اِس لیے ساداتِ کرام (نبی کریم ﷺ کی اولاد اور خاندان) کی ذِلّت و خَواری چاہنے والوں کو ضرور توجہ کرنی چاہیے کہ کہیں وہ خود اپنی ہی ذِلّت و خَواری کے بَندوبَست (اسباب) میں تو مَصروف (مشغول، لگے ہوئے) نہیں ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ساداتِ کرام کی ذِلّت و خَواری کے خَواہاں (چاہنے والے) اپنے پاؤں پر خُود کُلہاڑی مارنے (خود کو نقصان پہنچانے) میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ صَحیح سَمجھ (درست فہم) عطا فرمائے۔

یہ بھی واضح ہوا کہ جو لوگ قریش اور ساداتِ کرام کا اَدَب واِحترام (عزت وتوقیر) کرتے ہیں، ساداتِ کرام کو دیکھ کر خُوش ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن پر خُصوصی عِنایات اور مَہربانِیاں فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں دنیا میں خُصوصی عِنایات سے نَوازتا ہے اور آخرت میں بھی خاص فَضل وکَرَم (عنایت و بخشش) فرمائے گا۔

نبیِ کریم ﷺ سے نِسبَت (تعلق ورشتہ) کی بِناء پر مَحبَّت:

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَحِبُّو الْعَرَبَ لِثَلٰثٍ لِاَنِّي عَرَبِيٌّ وَالْقُرْآنُ عَرَبِيٌّ وَكَلَامُ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ[6]

(رواه البيهقى فى شعب الايمان، مشكوة شريف باب مناقب قريش)

ترجمہ: حضرت اِبن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین اسباب کی بناء پر تمہیں عرب سے محبت رکھنی چاہیے۔ ایک تو اِس وجہ سے کہ میں عرب میں سے ہوں[7] دوسری اِس وجہ سے کہ قرآن عربی زبان میں ہے[8] اور تیسرے اِس وجہ سے کہ جنّتیوں کی زبان عربی ہے۔

فائدہ: اب دیکھیے حسنینِ کریمین رضی اللہ عنہما سے نبی کریم ﷺ کو کتنی محبت تھی، اِسی طرح ساداتِ کرام کی نسبت پہ غور فرمایئے۔ جب حکم ہے کہ عرب سے محبت کیجئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں عرب سے کیوں محبت کرنی چاہیے؟

اِس حدیثِ مبارکہ سے یہی جواب ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لِاَنِّي عَرَبِيٌّ" عرب سے محبت کرنی کی اہم وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہیں عرب سے اِس لیے محبت کرنی چاہیے کہ میں عرب میں سے ہوں گویا کہ ارشاد فرمایا میرے عربی ہونے کی وجہ سے تمہیں عرب سے محبت کرنی چاہیے۔

---

6) (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب قريش وذكر القبائل، الفصل الثالث، 1693/3، الحديث6006-[48]، المكتب الإسلامي–بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

7)(اور ظاہر ہے کہ جو چیز حبیب ﷺ کی طرف منسوب ہوتی ہے اس کو محبوب ہونا ہی چاہیے۔)

8)(یعنی قرآن کریم اس زبان میں اترا ہے جو عرب کی زبان ہے اور ان کی زبان ولغت ہی کے ذریعہ اس کی فصاحت وبلاغت جانی جاتی ہے۔)

واضح ہوا کہ نبیِ کریم ﷺ کی نِسبت (تعلق، رشتہ) یا اِلزام (منسوب ہونے) کی وجہ سے عَرَب سے محبّت کرنی چاہیے۔ اِسی طرح مُؤمن کے لیے لازم ہے کہ اچھی نِسبت (رشتہ داری یا تعلق) کی بناء پر (وجہ سے) ساداتِ کرام (نبی کریم ﷺ کی آل) سے بھی محبت کرے۔ دوسرا اَسبَب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عرب سے اِس لیے محبّت کرو کہ قُرآنِ مجید، جو کہ رَبّ کائنات کا کَلام (فرمان) ہے، عَرَبی زبان میں نازِل ہوا ہے۔

یہاں بھی غور فرمایئے کہ قُرآنِ مجید وہ عظیم اور لَارَیب (بے شک وشبہ) کتاب ہے جو کہ نبیِ کریم ﷺ پر نازل ہوئی۔ گویا کہ یہاں بھی نِسبت نبیِ کریم ﷺ، محبوبِ ربِّ عالمین ﷺ سے ہے۔ اور تیسری نِسبت یہ ہے کہ محبوب ﷺ کی بولی (زبان) سے اللہ تعالیٰ کو اتنی محبّت ہے کہ جنّت میں تمام جَنّتیوں کی زبان عربی ہوگی۔ اِس لیے جو چیز حبیب ﷺ کی طرف مَنصُوب (منسلک، تعلق رکھنے والی) ہو، وہ محبوب ہوتی ہی ہے۔[9] (مظاہر حق جدید، ج۵، ص: ۱۲۵)

ساداتِ کرام تمام اَقوام اور ذاتوں میں سے وہ عظیم ذات ہے کہ جس کو نبی کریم ﷺ سے خصوصی نسبت حاصل ہے۔ اِس لیے ساداتِ کرام کا احترام نہایت ضروری ہے۔

اَہلِ بیت کو محبوب رکھنے کی فضیلت:

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَحِبُّو اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ وَاحِبُّو نِي لِحُبِّ اللّٰهِ وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي[10]

(رواہ الترمذی مشکوۃ شریف باب المناقب اہل بیت النبی ﷺ)

ترجمہ: حضرت اِبنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اللہ سے محبت رکھو کیونکہ وہی تمہیں اپنی نعمتوں سے رزق پہنچاتا ہے اور تمہاری پرورش کرتا ہے اور اِسی بناء پر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو مجھ سے محبت رکھو اور میرے اہل بیت کو میری وجہ سے عزیز و محبوب رکھو۔

فائدہ: چونکہ ساداتِ کرام کا تعلق محبوب کریم ﷺ سے ہے۔ اِس لیے اُسے تعلق کی بِناء پر ہمیں ساداتِ کرام کی عظمتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے اُن سے حُسنِ سُلوک سے پیش آنا چاہیے۔ محبوب کریم ﷺ سے نسبت کی بناء پر ہمیں ساداتِ کرام سے محبت کرنی چاہیے۔

حضور اکرم ﷺ کا خاندان تمام دوسرے خاندانوں سے افضل:

يَقُولُ: «إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنَى هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ»[11] (مسلم، ترمذی)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اولادِ حضرت اسماعیل میں سے کنانہ اور بنی کنانہ میں سے قریش کو، قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے چنا۔

فائدہ: اِس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا قبائل تمام دوسرے خاندانوں سے علی الترتیب افضل وبَرگزیدہ ہیں۔

قربت ونسبت:

---

9) (مظاہر حق جدید شرح اردو مشکوۃ شریف از نواب محمد قطب الدین خان دہلوی، کتاب المناقب، الفصل الثالث، عرب سے محبت کرنے کی وجہ، 5/565، مکتبۃ العلم، اردو بازار، لاہور)

10) (مشكاة المصابيح، المناقب، باب مناقب أهل، الفصل الثالث، 1742/3، الحديث6182-[48]، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

11) (مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل والشمائل، باب فضائل سيد المرسلين، الفصل الأول، 1600/3، الحديث5740-[4]، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَزْعُمُونَ أَنَّ قَرَابَتِي لَا تَنْفَعُ إِنَّ كُلَّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيمَةِ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي وَإِنَّ رِحْمِي مَوْصُولَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ [12]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اُن لوگوں کا کیا حال ہے جو اِس گمان میں ہیں کہ میرا رشتہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ بیشک ہر سبب ونسبت قیامت کے دن کٹ جائے گا (بے فائدہ ہو گا) سوا میرے سبب ونسب کے اور بیشک میری قرابت دنیا و آخرت میں متّصل (یعنی فائدہ بخش) ہے۔

فائدہ: سوچیے، جن لوگوں کی سرکار ابد قرار ﷺ تردید فرما رہے ہیں۔ آج کل کس کس طرح فَریب (دھوکہ) دے رہے ہیں۔ اَہلِ سنّت کو یہ حدیث پاک حفظ کر لینی چاہیے کہ ہزاروں فکری بیماریوں کا علاج ہے۔

صدقہ آلِ رسول کے لیے حلال نہیں:

قَالَ عَلَيْهِ الصلوة والسلام إِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تُحِلُّ الْمُحَمَّدٍ وَلَا لآلِ مُحَمَّدٍ (صلی الله عليه وسلم) [13] (رواه مسلم عن عبد المطلب بن ربيعه رضی الله تعالى عنه)

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا: "بیشک یہ صدقات لوگوں کے میل ہیں، یہ نہ تو حضور پُر نور سیّدنا محمد (ﷺ) کو حلال ہیں، نہ اُن کی آل کو۔

فائدہ: یہ تمام برکات ساداتِ کرام کو اِس لیے حاصل ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی نسل شریف سے ہیں۔ غیر سیّد خواہ کتنا ہی پرہیز گار ہو یہ مقام نہیں رکھتا۔

ہے صدقہ میں پھر اس پاک ستھرے کو روا کیوں ہو　　　کہ دنیا کھا رہی ہے جس کی آل پاک کا صدقہ!

نسب وسبب کی فضیلت:

قَالَ عَلَيْهِ السلام كُلُّ نَسَبٍ وَّسَبَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيمَةِ إِلَّا نَسَبِي وَسَبَبِي [14]

ترجمہ: یعنی قیامت کے دن ہر نسبی اور ہر سببی (سسرالی) رشتہ کٹ جائے گا (یعنی کام نہ آئے گا) سوا میرے نسب اور سبب کے۔

فائدہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت کلثوم بنتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اِس حدیث پاک کے مطابق نکاح کیا تاکہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کا سسرالی رشتہ قائم ہو جائے۔

حضرت اِبنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ وتسلیم نے فرمایا:

إِنَّ الحَسَنَ وَالحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا [15] (ترمذی)

ترجمہ: یعنی حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

حضرت یعلی بن مرہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم رسول اعظم ﷺ نے فرمایا:

---

12 (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب علامات النبوة، باب في كرامة أصله صلى الله عليه وسلم، 217/8، الحديث13827، مكتبة القدسي، سنة النشر: 1414هـ/1994م)

13 (مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب ممن لا تحل له الصدقة، الفصل الأول، 572/1، الحديث1823-[3]، المكتب الإسلامي–بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

14 (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب علامات النبوة، باب في كرامة أصله صلى الله عليه وسلم، 217/8، الحديث13827، مكتبة القدسي، سنة النشر: 1414هـ/1994م)

15 (سنن الترمذي، كتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسين رضي الله عنهما، 615/5، الحديث3770دار الكتب العلمية)

حُسَيْنٌ مِنِّی وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْأَسْبَاطِ[16]

ترجمہ: یعنی حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں، اللہ اُس سے محبت رکھے جو حسین سے محبت رکھتا ہے۔

فائدہ: "سِبْطٌ" اُس درخت کو کہتے ہیں، جس کی جڑ ایک ہو مگر شاخیں بہت ہوں جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے "اَسباط" کہلاتے ہیں۔ یونہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضور خواجہ کونین علیہ الصلوۃ والسلا کا "سِبْطٌ" ہیں۔ ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اِس شہزادے سے میری نسل چلے گی اور اِن کی اولاد مشرق و مغرب کو بھر دے گی۔ آج ساداتِ کرام شرق سے غَرب تک جلوہ افروز ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حسنی سیّد کم اور حسینی زیادہ۔ پھر ساداتِ کرام کو اپنے نبی پاک سرور لولاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا زندہ معجزہ سمجھ کر اپنے سر کا تاج نہ کہیں تو کیا کہیں۔

تعظیمِ ساداتِ کرام کے چند واقعات

حضرات! اب ہم اَہلِ بیتِ نُبوّت کے چند واقعات آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جن سے ظاہر ہو گا کہ صحابہ کرام اور دیگر سَلفِ صالحین و بُزرگانِ دین اَہلِ بیتِ نبوت کی کیسی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

ساداتِ کرام کی عظمت: حضرت مولانا قلندر علی صاحب رحمۃُ اللہ علیہ کو ہر روز زیارت رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہوتی تھی۔ ایک دن کسی جمال کے لڑکے کو، جو کہ سیّد (نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نسل سے) تھا، طَمانچہ (تھپڑ) مارا۔ اُس دن سے زیارت مُنقطع (بند) ہوگئی۔ مدینہ منوّرہ کے مشائخ (بزرگوں) سے رُجوع (رجوع کرنا یعنی مشورہ یار ہنمائی لینا) کیا۔ اُنہوں نے ایک زَن وَلِیہ مَجذُوبہ (عورت ولی) کے حوالے کیا۔ سنتے ہی وہ (مجذوبہ) ہوش میں آئیں اور مولانا کا ہاتھ پکڑ کر کہا: **شَفْ هٰذا رَسُولُ اللّٰه** صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (یہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہیں، دیکھو!)۔ پس مولانا نے بیداری میں چشمِ ظاہر (کھلی آنکھوں سے بیداری کی حالت میں) زیارت کی۔ اِس سے پہلے اُس لڑکے سے خطا (غلطی) بھی معاف کرائی تھی، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ (ماخذ: شمائم امدادیہ، صفحہ: ۱۴۴)

فائدہ: سیّد زادے (نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نسل سے تعلق رکھنے والے شخص) کو مارنے سے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی زیارت (دیدار، ملاقات) سے محروم فرما دیا۔ اِسی طرح رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے غلاموں (خادموں، وفادار امتیوں)، اللہ تعالٰی کے ولیوں کی اولاد کو ستانے (تکلیف دینے) سے یہ حضرات بھی اپنی نوازشات (مہربانیاں)، عنایات (خصوصی توجہ)، توجّہات (روحانی دھیان)، اِفادات (روحانی فائدے)، اِفاضات (فیضان و برکتوں) سے محروم کر دیتے ہیں۔ بشرطیکہ (اس شرط کے ساتھ) سیّد زادوں اور پیر زادوں (اولیاء کی نسل) کی ناراضگی دائرۂ شریعت (اسلامی قانون و اخلاق کے دائرے) میں ہو اور نَفسانیت (ذاتی غرض، انا یا خود غرضی) سے نہ ہو۔

حرکاتِ قبیحہ کی نحوست: معلوم ہوا کہ ایسی حرکاتِ قَبیحہ (برے اور ناپسندیدہ افعال) کا مُرتکِب (گناہ کرنے والا) اپنے مقام سے نیچے گر پڑتا ہے (العیاذ باللہ)۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ بھی ضروری نہیں کہ خطا (غلطی) معاف کرا کے اُس مقام تک پہنچ سکے۔ **واللّٰه تعالیٰ اَعلَم وَ رَسُوْلُهٗ** (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔)

اِس لیے ساداتِ کرام (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد) کے متعلق خدا واسطے کا بیر (دشمنی) رکھنے والوں کو عبرت (نصیحت) حاصل کرنی چاہیے، ورنہ عاقبت (آخرت) کی بربادی سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔ فلہٰذا سادات کا ادب و احترام کیجئے۔

---

[16] (مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب أهل، الفصل الثاني، 1738/3، الحديث6169-[35]، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

ساداتِ کرام کے متعلق بدگمانی سے بچیئے: حضرت علامہ ابنِ عابدین رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہمارے مشائخ (بزرگ علماء) میں سے ایک بزرگ مکۃُ المکرمہ میں مُجاوِر (خدمت گزار اور مقیم) تھے اور وہاں درس دیتے تھے۔ اُن کے سامنے آیتِ مبارکہ "إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا"[17] (الاحزاب:33) گزری، اور یہ بھی اُنہیں معلوم تھا کہ اِس آیت سے بعض عُلماءِ کرام نے اِستدلال (دلائل اخذ) کیا ہے کہ حضورِ سرورِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم (ساداتِ کرام) کا اکملُ الاحوال پر یعنی اچھے انجام (خاتمہ بالخیر) پر خاتمہ ہو گا۔ دلائل بھی اُس پر قوی (مضبوط) ملے، لیکن ساداتِ مکہ کے حالات سُن کر مُستَعبَد سمجھا (دل میں خیال آیا) کہ کہاں وہ کمالات (بلند صفات) اور کہاں اِن ساداتِ کرام کی غلط کاریاں (غلط حرکات و اعمال)۔ اِسی کشمکش (ذہنی الجھن) میں ایک روز خواب میں نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زیارت ہوئی، لیکن دیکھا تو مدنی تاجدار، احمد مختار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آکر اپنا چہرہ انور (روشن چہرہ) پھیر لیا، اور پھر فرمایا: "تم کون لگتے ہو میری اولاد کے حُسنِ خاتمہ پر گمان (بدگمانی) کرنے والے!" (او کما قال)۔ اِس گھبراہٹ سے آنکھ کُھل گئی اور اُنہوں نے توبہ کی کہ آئندہ کسی سیّد زادے پر ایسی بدگمانی نہیں کروں گا۔

فائدہ: ساداتِ کرام کے اچھے خاتمے پر بدگمانی گناہ ہے ویسے بھی ہر مومن پر بدگُمانی ناجائز ہے لیکن اِن حضرات کی بدگمانی سے خاص سزا ملتی ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلك)

اِن ساداتِ کرام کے متعلق بدگمانیوں سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ ہاں البتہ ساداتِ کرام کی خدمت میں بھی عرض ہے کہ خدارا! اپنا مقام پہچانئے۔ اپنے شایانِ شان کام کیجئے بدعملیوں، بدکاریوں کی دلدل سے اپنے آپ کو نکالیے اور محبوب کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اِطاعت و فرمانبرداری اپنائیے۔

محبت آمیز عِتاب: حضرت شیخ ابو سعید گنگوہی رحمۃُ اللہ علیہ جب طلبِ طریق (روحانی راہ کی طلب) کے لیے سلطان نظام الدین بَلخی کی خدمت میں پا پیادہ (پیدل چل کر) گنگوہ سے بلخ پہنچے، اور حضرت شیخ کو اِطلاع ہوئی، تو پہلے (ہی) بڑی خاطر تواضُع (عزت و تکریم) کی۔ شہر سے باہر تک استقبال کو تشریف لائے۔ سلطانِ بلخ بھی ساتھ تھا، کیونکہ وہ شیخ کا مُعتَقِد (عقیدت مند) تھا۔ غَرض (مختصر یہ کہ) مُرشدِ عالی جناب نے بڑی شان سے استقبال کیا اور شہر میں لے جا کر خوب خدمت کی، اور کئی روز تک بادشاہ، وُزراء (وزیر)، اُمَراء (امیر و رؤسا) کے یہاں اُن کی دعوتیں ہوتی رہیں۔

جب کئی دن گزر گئے، تو شاہ ابو سعید نے عرض کیا: حضرت! میں گنگوہ سے بلخ تک پاپیادہ دعوتوں کے لیے نہیں آیا۔ فرمایا: صاحبزادے! پھر جو خاص مطلب ہو، بیان فرمائیے۔ کہا: میں تو وہ دولت (روحانی فیض) لینے آیا ہوں، جو آپ میرے گھر سے لائے ہیں۔ بس یہ سنتے ہی شیخ کا رنگ بدل گیا اور بزبانِ حال (اپنی حالت سے) فرمایا: نازپروردِ تَنَعُّم نبَرَد راہ بہ دوست عاشقی شیوۂ رندانِ بلاکش باشد[18]

فرمایا: صاحبزادے! اگر وہ دولت (روحانی نعمت) لینا چاہتے ہو تو پھر یہ شان و شوکت (عزت و جاہ) رخصت کرو، اور آج سے حمّام (غُسل خانہ) کی خدمت تمہارے سپُرد (ذمے) ہے، جا کر جھونکو (صفائی کرو)، اور نقیبِ خانقاہ (خانقاہ کے خادم) سے فرمادیا کہ اُن کو لنگر کی روٹی صبح و شام دے دیا کرو۔ اور فرمایا: جب تک ہم اجازت نہ دیں، اُس وقت تک ہمارے سامنے نہ آؤ۔ نہ ذکر بتایا، نہ شُغل (وظیفے و ریاضت)؛ بس نماز، روزہ کرتے اور حمّام جھونکتے رہتے۔

---

[17]) [اے نبی کے گھر والو! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب صاف ستھرا کر دے۔]

[18]) (حافظ، غزلیات، غزل شمارۂ ۱۵۹)

اِسی حالت میں ایک عرصہ گزر گیا۔ اُس دن حضرت شیخ نے بھنگن (صفائی والی عورت) سے فرمایا کہ آج کوڑا ابو سعید کے سر پر ڈال دینا۔ بھنگن نے ایسا ہی کیا، تو شاہ ابو سعید نے غصّے سے فرمایا: "گنگوہ ہوتا تو آج تجھے حقیقت معلوم ہو جاتی۔" بھنگن نے جا کر عرض کیا کہ ابو سعید نے یہ کہا تھا۔ فرمایا: ارے! ابھی تو خنّاس (تکبر و نفس کا وسوسہ) دماغ میں گُھسا ہوا ہے، گنگوہ کی بُو نہیں نکلی، اور حمّام جھونکو۔

چنانچہ اور عرصہ گزر گیا، پھر دوبارہ بھنگن کو وہی حکم دیا، چنانچہ اُس نے پھر ایسا ہی کیا۔ اِس دفعہ شاہ ابو سعید نے زبان سے کچھ نہیں کہا، مگر تیز نظروں سے گھور کر دیکھا۔ شیخ نے یہ حال سُن کر فرمایا کہ ابھی کسر (باقی غرور) باقی ہے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک پھر یہی خدمت جاری رکھی۔ اُس کے بعد پھر وہی حکم دیا، اُس نے پھر ایسا ہی کیا۔ اُس وقت شاہ ابو سعید کا نفس (انا، خودی) بالکل مر گیا تھا۔ کوڑا جو گر گیا تھا، اُسے اپنے اوپر ڈالنے لگے۔ بھنگن نے جا کر شیخ سے یہ حال عرض کیا، تو فرمایا: "الحمدللہ، اوّل قدم طے ہوا۔ واقعی یہ تکبر راستے میں حائل (رکاوٹ) ہے، یہ نکل جائے تو پھر بہت جلد طریق (روحانی راہ) طے ہو جاتا ہے۔" عارف فرماتے ہیں:

میانِ عاشق و معشوق هیچ حائل نیست — تو خود حجابِ خودی حافظ از میان برخیز[19]

مگر یہ تکبر (خود پسندی) بڑی مشکل سے نکلتا ہے۔ چنانچہ اُس ریاضتِ شاقّہ (سخت مجاہدے) کے بعد اب شاہ ابو سعید کو اتنی اجازت ملی کہ شیخ کی مجلس میں آ جایا کریں اور باتیں سنا کریں۔ پھر کچھ عرصے کے بعد ذکر (اللہ کا نام لینے کا وظیفہ) تعلیم کیا گیا۔ گویا اب وَصل (اللہ سے قُرب) کی تدبیر شروع ہوئی۔ ذکر شروع کرنے کے بعد کچھ حالت و کیفیات (روحانی کیفیتیں) طاری ہوئیں، تو شیخ کو معلوم ہوا کہ ابو سعید میں عُجب (خود پسندی) پیدا ہو گیا ہے، تو فوراً سب ذکر و شغل (روحانی مشغولیات) چُھڑا دیا اور کتّوں کی خدمت سپُرد کی۔ وہ شکاری کتے تھے۔ ایک دن شاہ ابو سعید اُن کو جنگل میں ٹہلانے لے جا رہے تھے کہ راستے میں کوئی شکار کتوں کو نظر آیا۔ شکار کو دیکھ کر وہ تو ہوا ہو گئے (بھاگ نکلے)۔ شاہ ابو سعید بھی کچھ دیر تک زنجیر کو تھامے اُن کے ساتھ دوڑتے رہے۔ آخر کار تھک گئے۔ چونکہ وہ کتے بہت طاقتور تھے اور قابو سے باہر ہو رہے تھے، اُنہیں اندیشہ ہوا کہ اگر زنجیر چھوٹ گئی اور کتے بھاگ گئے تو شیخ کا عِتاب (ناراضی) ہو گا۔ اُنہوں نے زنجیر کو اپنی کمر سے باندھ لیا اور کچھ دور تک اُس حالت میں دوڑتے رہے۔ پھر تھک کر گر گئے۔ اب یہ حالت ہو گئی کہ کتے بھاگ رہے ہیں اور وہ پیچھے گھسٹتے جا رہے ہیں۔ کہیں پتھروں سے سر لگتا ہے، کہیں کانٹوں سے جسم زخمی ہوتا ہے۔ اُسی حالت میں اُن پر غیبی فضل ہوا، ایک تجلّیِ خاص (الٰہی نور کی خاص چمک) اُن پر ہوئی، جس کی لذّت نے ساری تکلیف بھلا دی۔ اُدھر حضرت شیخ کو یہ حال مُنکشِف (باطنی طور پر معلوم) ہوا تو خُدّام سے فرمایا: "اِس وقت ابو سعید پر فضل ہو گیا اور ایک خاص تجلّی سے حق تعالیٰ نے اُن کو مُشرّف فرمایا، جاؤ جنگل سے اُن کو اُٹھا لاؤ۔"

خُدّام اُدھر دوڑے۔ اُدھر سلطان نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ پر اُن کے شیخ، حضرت شاہ عبد القدّوس رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت مُنکشِف ہوئی، اُنہوں نے فرمایا: "نظام الدین! تم کو اِس سے زیادہ مشقّت لینے کا بھی حق تھا، مگر ہم نے تم سے اتنی مشقّت نہ لی تھی۔" یہ ایک محبت آمیز عِتاب (نرمی سے ملامت) تھا، جس کا سلطان نظام الدین کے دل پر بہت اثر ہوا۔ چنانچہ اب جو شاہ ابو سعید سامنے آئے ہی تھے کہ سلطان جی نے اُن کو محبت سے سینے سے لگایا اور پھر ذکر و شغل میں لگا دیا۔ اب خاطر و مدارت (عزت و تکریم) ہونے لگی۔

---

[19] (حافظ، غزلیات، غزل شمارہ ۲۶۶)

شاہ ابو سعید کو اُس روز کی تجلّی کا بڑا اشتیاق (شدید شوق) تھا کہ پھر وہی حالت ہو۔ روزانہ ذکر کے وقت اُسی اشتیاق میں رہتے۔ جب کئی دن گزر گئے اور وہ کیفیت نہ ہوئی، تو ایک دن "حَبسِ دَم" (سانس روکنے کا مخصوص مراقبہ) کر کے بیٹھ گئے، اور پختہ ارادہ کر لیا کہ جب تک وہ تجلّی نہ ہوگی، سانس نہ چھوڑوں گا، چاہے جان ہی نکل جائے، کیونکہ ایسی زندگی سے مر جانا بہتر ہے۔ اِس طریق میں بھی کیا کیا حالتیں پیش آتی ہیں، جس پر گزرتی ہے، وہی جانتا ہے۔ چنانچہ کئی گھنٹے تک سانس روکے بیٹھے رہے۔ بالآخر وہ تجلّی پھر ہوئی، اور اُس کی مُسرّت (روحانی خوشی) میں سانس اتنے زور سے نکلا کہ "پھُرلی"[20] پر ضَرب پڑی اور وہ ٹوٹ گئی۔ اُسی وقت غیب سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس میں "چیچہ"[21] کے اندر دوا تھی، وہ اُن کے منہ میں لگا دی گئی۔ اُس کو کھاتے ہی پھُرلی فوراً جُڑ گئی، اور اُس کی وہی حالت ہو گئی۔

دَردَم نہفته به زطبیبانِ مدعی　　　　باشد که ازخزانۂ غیبم دوا کنند[22]

اور اُس کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ "چُوزے کا شوربہ چند روز تک پینا۔" اُنہوں نے حالتِ فَرد[23] ہونے کے بعد شیخ سے یہ قصہ عرض کیا۔ شیخ نے فوراً چُوزوں کا انتظام کر دیا اور کئی روز تک چُوزے کھلائے گئے۔ اب حق تعالیٰ کی طرف سے خود حکم ہوتا ہے: "عمدہ عمدہ غذائیں کھاؤ۔"[24] پہلے وہ مشقت (سختی) تھی کہ "تمام جھونکو (حمام جھونکنے کی خدمت کرو) اور جو کی روٹی کھاؤ۔" اُس کے بعد خلافت (روحانی جانشینی) عطا ہوئی۔ یہ شیخِ کامل (کامل روحانی رہنما) بن کر گنگوہ آئے۔

فائدہ: اِس حکایت سے یہ ثابت ہوا کہ اولاد سے محبت ایک فِطری (قدرتی) امر ہے۔ اُنہیں جو بھی اور جس طرح کی تکلیف پہنچائے، صاحبِ اولاد (اولاد والے شخص) کو وہ گوارا (برداشت) نہیں ہوتی، خواہ تکلیف پہنچانے والا کتنا ہی پیارا یا بلند مرتبہ (اونچے مقام والا) کیوں نہ ہو۔ چنانچہ حضورِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدینِ کریمین یا اولادِ پاک (اہلِ بیت) کی شان میں بے ادبی، حضورِ اکرم (سرورِ عالم) صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی کا سبب ہے۔

تفصیل کے لیے دیکھیں کتابیں: "گستاخوں کا بُرا انجام" اور "بے ادب بے نصیب"۔ دورِ حاضر کے بعض لوگ اِس بد بختی (نحوست، بد قسمتی) کا شکار ہوتے رہے ہیں اور نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں سے بے پرواہ ہو رہے ہیں، یا کیے جا رہے ہیں، ورنہ سَلَفِ صالحین علیہم الرحمۃ کے نزدیک اِس (نسبتِ رسول کی تعظیم) کی بہت اہمیت تھی۔

سیّد کے احترام کا انعام: بغداد شریف میں ایک بادشاہ کے پاس ایک پہلوان (جسمانی قوت کا ماہر) مُلازمت (نوکری) کرتا تھا۔ بادشاہ کو اُس پر بڑا ناز (فخر) تھا۔ ایک دفعہ بادشاہ نے مُنادِی (اعلان) کرا دی کہ جو اُس پہلوان کو شِکَست (ہار) دے گا اُسے ایک لاکھ رُوپیہ اِنعام دیا جائے گا۔ مگر سارے مُلک سے کوئی بھی پہلوان اُس سے کُشتی (مقابلہ) پر رِضامَند (تیار) نہ ہوا۔ آخرِکار ایک دُبلا پتلا شخص کُشتی کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

مُقابلہ شروع ہونے سے پہلے دُبلا پتلا شخص نے پہلوان سے کہا: "جناب! میری بیٹیاں جَوان (شادی کے قابل) ہیں۔ اگر آپ گر جائیں تو میری بچیوں کی شادی ہو سکتی ہے، اِس طرح میرے سَر سے بوجھ اُتر جائے گا۔" پہلوان نے کہا: "اے شخص! اِطمینان رکھو، بالکل فِکر مند نہ ہو۔ میں کُشتی کے دوران گر جاؤں

---

20 (دم بند کرنے کے لیے ناک میں رکھی ہوئی نلکی یا پٹی۔) نوری

21 (علاج کے لیے استعمال ہونے والی خاص دوا یا محلول۔) نوری

22 (حافظ، غزلیات، غزل شمارہ ۱۹۶)

23 (اللہ کی طرف مکمل رجوع اور تنہائی میں فنا کی کیفیت۔) نوری 23

24 (یعنی اب اللہ کی طرف سے براہِ راست دل میں الہام ہو تا کہ اچھے کھانے کھاؤ) نوری 24

گا، تم میرے سینے پر بیٹھ جانا۔" مُقابلہ شروع ہوا، کچھ ہی دیر بعد پہلوان نیچے گر پڑا اور دُبلا پتلا شخص اُس کے سینے پر سوار ہو گیا۔ بادشاہ کو بہت غُصّہ آیا، اُس نے پہلوان کو بلا کر کہا: "اگر اِس مرتبہ (بار) تم گر گئے تو تمہاری تنخواہ (ماہانہ اجرت) بند کر دی جائے گی۔" لیکن پہلوان نے پھر شِکَست تسلیم کر لی۔

تیسری بار بادشاہ نے کہا: "اگر اِس مرتبہ بھی تم گر گئے تو تمہیں مُلک بدر کر دیا (ملک سے نکال دیا) جائے گا۔" تیسرے مُقابلے میں پہلوان وعدے کے مُطابق گر گیا، تو اُسی وقت بادشاہ نے اُس کی جَلاوَطنی (وطن سے نکالنے) کا حکم جاری کر دیا۔

پہلوان رات گُزارنے کے لیے ایک مسجد میں گیا اور سو گیا، تو رات کو حضور سیّدِ عالم (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُسے زِیارت سے مُشرَّف فرمایا اور اُسے اپنے زمانے کا سَردارِ اَولیاء (بزرگوں کا پیشوا) بنا دیا۔ کہتے ہیں یہ پہلوان حضرت سیّدُنا جُنید بَغدادی (رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ) تھے اور کُشتی میں آپ کا مقابلہ کرنے والا ایک سیّد زادہ (سادات خاندان کا فرد) تھا۔ (عَلَیۡہِمَا الرَّحۡمَۃ)

سیّدزادی کا ادب: بغداد کے حاکم اِبراہیم بن اِسحاق کو ایک رات حضور مکرم سیّدُ الاَنام ﷺ نے خواب میں فرمایا: "قاتل کو رہا کر دو۔" یہ سُن کر حاکمِ بغداد کانپتا ہوا (اچانک گھبرا کر) اُٹھا اور اپنے عملے (ملازمین) سے پوچھنے لگا کہ "کیا کوئی قتل کا مُلزم (الزام والا) بھی آیا ہے؟" اُنہوں نے بتایا: "ہاں، ایک شخص ہے۔" حاکمِ بغداد نے کہا: "اُسے میرے سامنے لاؤ۔" چنانچہ اُسے لایا گیا۔ حاکم نے اُسے کہا: "سچ سچ بتاؤ، واقعہ کیا ہے؟" اُس نے کہا: "سچ کہوں گا اور ہر گز جھوٹ نہ بولوں گا۔ بات یہ ہوئی کہ ہم چند آدمی مِل کر بد معاشی (فساد، گناہ کے کام) وعیاشی (حرام عیش) کرتے تھے۔ ایک بُڑھیا کسی نہ کسی بہانے سے کوئی نہ کوئی عورت ہر رات ہمارے پاس لے آتی تھی۔ ایک رات وہ ایک ایسی عورت لے آئی جس نے میری زندگی میں اِنقِلاب (بڑا بدلاؤ) برپا کر دیا۔

یہ نَو وارد (نئی آنے والی) ہمارے سامنے آئی تو چِلّائی، چِلّائی اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ میں اُسے ایک دوسرے کمرے میں لے گیا اور اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ آخر وہ ہوش میں آئی تو میں نے چیخنے اور بے ہوش ہونے کی وجہ پوچھی۔ وہ بولی: "اے نوجوان! میرے حق میں اللہ سے ڈر، پھر کہتی ہوں کہ اللہ سے ڈر! یہ بُڑھیا مجھے فَریب (دھوکہ) دے کر اِدھر لے آئی ہے۔ میں ایک شریف (عزت دار) اور سَیِّدَہ (رسول اللہ ﷺ کی نسل سے) ہوں۔ میرے نانا رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم ہیں اور میری ماں حضرت فاطِمَۃُ الزّہراء رضی اللہ عنہا ہیں۔ خبردار! اِس نِسبت (رشتہ، تعلق) کا لحاظ رکھنا اور میری طرف بد نِگاہی (بری نظر) سے نہ دیکھنا۔"

میں یہ سُن کر لَرز اُٹھا (کانپ گیا) اور دوستوں کو اِس حقیقتِ حال سے آگاہ (باخبر) کر کے بہت سمجھایا کہ سَیّد زادی کی بے اَدبی نہ ہونے پائے۔ مگر اُنہوں نے اُسے دھوکہ سمجھا اور یہ خیال کر لیا کہ شاید میں اِرتکابِ گناہ (گناہ کرنے) میں اُنہیں شریک نہیں کرنا چاہتا۔ چنانچہ وہ لڑنے مرنے پر آمادہ (تیار) ہو گئے۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ جُرم نہ خُود کروں گا نہ کسی کو کرنے دوں گا۔ چنانچہ وہ مجھ پر جھپٹ پڑے اور مجھے ایک زخم بھی آ گیا۔ ایک شخص جو سَیِّدَہ کے کمرے کی طرف بڑھا، تو میں نے اُس پر چُھری سے وار کر دیا اور مار ڈالا۔ پھر اُس سَیِّدَہ کو اپنی حفاظت میں لے کر نکلا تو شور مچ گیا۔ چُھری میرے ہاتھ میں تھی، پکڑا گیا، اور آج یہ بیان دے رہا ہوں۔"

حاکمِ بغداد نے کہا: "جاؤ! تمہیں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے رہا کیا جاتا ہے۔"[25] (حُجَّةُ الله عَلَى العٰلَمِين، صفحه ۸۱۳)

فائدہ: جب ایک سیّد زادی کے ادب کا یہ مقام ہے تو بلا واسطہ اَہلِ بیتِ کرام علیہم الرضوان کی مَنزِلَت کیا ہو گی۔

---

[25] (سچی حکایات، حکایت نمبر 48: قاتل کی رہائی، 1/47 تا 89، فرید بک اسٹال، اردو بازار، لاہور، 1400ھ/1980ء)

سیادت کی دلیل: سَمرقند (ازبکستان کا ایک مشہور شہر) میں ایک بیوہ سَیِّد زادی رہتی تھی۔ اُس کے چند بچے بھی تھے۔ ایک دن وہ اپنے بھوکے بچوں کو لے کر ایک رَئیس (مالدار اور بااختیار آدمی) کے پاس پہنچی اور اُسے بتایا کہ میں سَیِّد زادی ہوں، میرے بچے بھوکے ہیں، اُنہیں کھانا کھلاؤ۔ وہ رَئیس کہنے لگا: "تم اگر واقعی سَیِّد زادی ہو تو کوئی دلیل (ثبوت) پیش کرو۔" سَیِّد زادی نے فرمایا: "میں ایک غریب بیوہ ہوں، زبان پر اعتبار کرو، دلیل کیا پیش کروں؟"

وہ بولا: "میں زبانی جمع خرچ (صرف باتیں کرنے) کا قائل نہیں، دلیل پیش کر، دُور نہ جاؤ۔" وہ سَیِّد زادی بچوں سمیت واپس چلی آئی اور ایک مَجوسی (آتش پرست، غیر مسلم) کے پاس جا کر اپنا قصّہ سُنانے لگی۔ وہ بولا: "محترمہ! اگرچہ میں مسلمان نہیں ہوں، مگر تمہاری سَیادت (نسبتِ رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی قدر و تعظیم (عزّت و احترام) کرتا ہوں۔ میرے ہاں قیام فرماؤ، میں روٹی کپڑے کا ضامن (ذمہ دار) ہوں۔" چنانچہ اُس نے بہت خدمت کی۔ رات ہوئی تو نام کے مسلمان رَئیس نے حضور پُر نور، شافعِ یومُ النُّشور (قیامت کے دن شفاعت فرمانے والے)، سَیِّدِ اَنام صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خواب میں ایک بہت بڑے نُورانی محل کے پاس جلوہ افروز (رونق افروز) دیکھا۔ اُس نے پوچھا: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یہ نُورانی محل کس کے لیے ہے؟"

نبیِ کریم، رؤوف الرحیم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مسلمان کے لیے۔" وہ عرض کرنے لگا: "حضور! صلّی اللہ علیہ وسلم، میں بھی تو مسلمان ہوں، مجھے ہی عطا فرما دیجیے۔" نبیِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "مسلمان ہے تو اپنے اسلام کی دلیل پیش کر!" وہ بہت گھبرایا۔ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "میری بیٹی تمہارے پاس آئی تو اُس سے سَیادت کی دلیل طلب کرتے ہو، اور خود بے دلیل! اِس محل میں چلے جاؤ؟ ناممکن ہے!"

اب وہ اُٹھا تو بہت زیادہ رویا اور چِلّایا، سَیِّد زادوں کو ڈھونڈنے لگا۔ آخر پتا چلا کہ وہ فلاں مجوسی کے ہاں قیام پذیر (ٹھہرے ہوئے) ہیں۔ چنانچہ وہ شخص مجوسی کے پاس جا کر اِلتِجا (منت، درخواست) کرنے لگا: "ایک ہزار روپے لے لو اور سَیِّد بچے میرے سُپرد کر دو۔" مجوسی بولا: "کیا میں وہ نُورانی محل ایک ہزار روپے میں بیچ دوں؟ ناممکن ہے! سُن لو: حضور صلَّی اللہ علیہ وسلم کا کرم جو تمہیں اُس محل سے دُور فرمایا گیا، مجھے کلمہ پڑھا کر اُس محل میں داخل فرما گئے!

اب میں بیوی بچوں سمیت مسلمان ہوں اور سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اِس بشارت (خوشخبری) سے شادکام (خوش نصیب) ہوں، اور میرا سارا کُنبہ جنّتی ہے۔"[26]

(نزہۃ المجالس، جلد: ۱، صفحہ: ۱۹۴)

سادات کی پردہ داری کا انجام: ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ بڑی وجاہت (شرافت وعظمت، دبدبے) سے چل رہے تھے کہ ایک نادار (غریب ومحتاج) سَیِّد نے کہا: "میں سَیِّد ہونے کے باوجود بھی آپ سے مرتبے میں کم کیوں ہوں؟" حضرت بولے: "میں تو تیرے جَدِّ اَمجد (سب سے بلند بزرگ، یعنی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کا اِطاعت گزار (فرمانبردار) ہوں، لیکن تُو اُن کے اَقوال واَعمال (فرمودات اور طرزِ زندگی) پر بھی عمل پیرا (چلنے والا) نہیں ہے۔"

ایک روایت کے مطابق آپ نے جواب میں فرمایا: "یہ تو ایک حقیقت ہے کہ تیرے جَدِّ اعلیٰ (یعنی نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) خاتمُ النبیین (نبوت کے آخری، یعنی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) ہیں اور میرا باپ گمراہ (راہِ ہدایت سے بھٹکا ہوا)۔ مگر اُنہوں نے (تیرے جدِّ اعلیٰ علیہ التحیۃ والثناء یعنی رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے) جو ترکہ (وراثت، یعنی علم وعمل) چھوڑا، اُسے میں نے پالیا۔ جس کی وجہ سے مجھے یہ مرتبہ ملا۔ اور میرے باپ کی گمراہی تُو نے ترکے میں حاصل کرلی، اِس لیے تُو رُسوا (ذلیل وپست) ہوگیا۔" لیکن اُسی شب آپ نے حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خواب میں ناراض (ناراضی کی حالت میں) دیکھا۔ وجہ پوچھی تو سَیِّدِ عالَم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "تُونے میری آل (اہلِ بیت) کے عیوب (کمزوریاں) کی پردہ دَری (افشاکاری) کیوں کی؟" چنانچہ آپ بیدار ہونے کے بعد اُسی سَیِّد صاحب کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اُدھر سَیِّد صاحب کو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خواب میں

---

[26] (سچی حکایات، حکایت نمبر 51: ایک سید زادی اور مجوسی، 1/91 تا 93، فرید بک اسٹال، اردو بازار، لاہور، 1400ھ/1980ء)

فرمایا: "تیرے اَعمال و اَفعال (کردار و عادتیں) بہتر ہوتے تو عبد اللہ تیری اِہانت (توہین و تذلیل) کیوں کرتا؟" چنانچہ بیدار ہو کر وہ بھی آپ کی تلاش میں چل دیے۔ راستے میں دونوں کی ملاقات ہوئی، تو اپنا اپنا خواب سُنا کر تائب (سچے دل سے توبہ کرنے والے) ہوئے۔[27] (تذکرۃ الاولیا)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا عمل مبارک: ابو الفَرَج اَصفہانی عبیدُ اللہ بن عمر قُوارِیری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ اِبنِ سعید نے سعید بن زِیاد قرشی سے روایت کی کہ حضرت عبد اللہ بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ (یعنی حضرت عبد اللہ) ابھی نَو عُمر (کم سِن) تھے، اُن کی بڑی بڑی زُلفیں (بالوں کی لٹیں) تھیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اُنہیں اونچی جگہ بٹھایا، اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن کی ضرورتیں پوری کیں۔ جب وہ تشریف لے گئے تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃُ اللہ کی قوم (ساتھیوں، اقربا) نے اُن کی ملامت (ناراضی و تنقید) کی اور کہا: "آپ نے ایک نو عمر بچے کے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا؟" اُنہوں نے فرمایا: "مجھ سے ایک مُعتَبَر (قابلِ اعتماد) آدمی نے بیان کیا، گویا کہ میں رسولُ اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے سُن رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّي يُسِرُّنِي مَا يُسِرُّهَا[28] یعنی: "فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہیں، جس چیز سے وہ خوش ہوں، وہی مجھے خوش کرتی ہے۔"

اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود موجود ہوتیں، تو میں نے اُن کے بیٹے کے ساتھ جو کچھ کیا ہے، اُس سے وہ ضرور خوش ہوتیں۔

ایک سیّدزادی کی مدد کرنے کا اجر: شیخِ اکبر سیّد محی الدین اِبنِ عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیف "مُسامراتُ الأخیار" میں اپنی سندِ متصل سے حضرت عبد اللہ بن مبارک سے روایت کرتے ہیں کہ بعض مُتقدّمین (پہلے زمانے کے نیک لوگ) کو حج کی بڑی آرزو (خواہش) تھی۔ اُنہوں نے فرمایا: مجھے ایک سال بتایا گیا کہ حاجیوں کا ایک قافلہ بغداد شریف میں آیا ہے۔ میں نے اُن کے ساتھ حج کے لیے جانے کا ارادہ کیا۔ پانچ سو دینار (سونے کے سکے) لے کر میں بازار کی طرف نکلا کہ حج کی ضروریات خرید لاؤں۔ میں ایک راستے پر جا رہا تھا کہ ایک عورت میرے سامنے آئی۔ اُس نے کہا: "اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، میں سیّدزادی (رسول اللہ ﷺ کی نسل سے ہوں)، میری بچیوں کے لیے تن ڈھانپنے کا کپڑا نہیں ہے، اور آج چوتھا دن ہے کہ میں نے کچھ نہیں کھایا ہے۔"

اُس کی گفتگو میرے دل میں اُتر گئی۔ میں نے وہ پانچ سو دینار اُس کے دامن میں ڈال دیئے اور اُن سے کہا: "آپ اپنے گھر جائیں اور اِن دیناروں سے اپنی ضروریات پوری کریں۔" میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُس نے مجھ کو ایک سید زادی کی امداد کی توفیق عطا فرمائی اور واپس آ گیا۔ میں کئی سال حج کر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس بار حج پر جانے کا شوق میرے دل سے نکال دیا۔ دوسرے لوگ چلے گئے، حج کیا اور واپس آ گئے۔ میں نے سوچا کہ دوستوں سے ملاقات کر آؤں اور اُنہیں مبارکباد پیش کر دوں۔ چنانچہ میں گیا، جس دوست سے ملتا، اُسے سلام کرتا اور کہتا: "اللہ تعالیٰ تمہارا حج قبول فرمائے اور تمہاری کوشش کی بہترین جزا عطا فرمائے۔" تو وہ مجھ سے کہتا: "اللہ تعالیٰ تمہارا بھی حج قبول فرمائے۔" کئی دوستوں نے اِسی طرح کہا۔ اور جب رات کو سویا تو نبی اکرم ﷺ کی

---

27) (سچی حکایات، حکایت نمبر 52: عبد اللہ بن مبارک اور ایک سید زادہ، 1/ 93 تا 94، فرید بک اسٹال، اردو بازار، لاہور، 1400ھ/ 1980ء)

28) (الشرف المؤبد لآل محمد للنبهاني. فصل: في جملة آثار وقصص في إكرام السلف الصالح وغيرهم لهم رضي الله عنهم. ص100. مكتبة الثقافة الدينية. القاهرة. الطبعة الأولي: 1428هـ/ 2007م)

زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "لوگ تمہیں حج کی جو مبارکباد پیش کر رہے ہیں، اُس پر تعجب نہ کرو۔ تم نے میری ایک کمزور اور ضرورت مند بیٹی کی امداد کی، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اُس نے ہو بہو (بالکل ویسا ہی) تجھ جیسا ایک فرشتہ پیدا فرمایا جو ہر سال تمہاری طرف سے حج کرتا رہے گا۔"[29]

سادات سے لڑائی: سیدی عبد الوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سید شریف نے حضرت خطاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ میں بیان کیا کہ کاشف البحیرہ (ایک شخص کا نام) نے ایک سید کو مارا۔ اُسی رات خواب میں اُسے رسول اللہ ﷺ کی اِس حال میں زیارت (خواب میں دیدار) ہوئی کہ آپ ﷺ اُس سے اعراض (ناراضی) فرما رہے ہیں۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا کیا گناہ ہے؟

"تَضْرِبُنِي وَأَنَا شَفِيعُكَ يَوْمَ الْقِيمَة" یعنی تو مجھے مارتا ہے حالانکہ میں قیامت کے دن تیرا شفیع (سفارش کرنے والا) ہوں۔

اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو مارا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "أَمَا ضَرَبْتَ وَلَدِي" کیا تو نے میری اولاد کو نہیں مارا؟

اُس نے عرض کیا، ہاں۔ فرمایا: "مَا وَقَعَتْ ضَرْبَتُكَ إِلَّا عَلَى ذِرَاعِي هَذَا"[30] یعنی "تیری ضَرب (مار) میری ہی کلائی (بازو) پر پڑی ہے۔"

پھر آپ ﷺ نے اپنی کلائی نکال کر دکھائی جس پر ورم (سوجن) تھا جیسے کہ شہد کی مکھی نے ڈنگ مارا ہو۔

سید کا احترام: عالِم مقریزی فرماتے ہیں: مجھ سے رئیس شمس الدین محمد بن عبد اللہ عمیری نے بیان کیا کہ میں ایک دن قاضی جمال الدین محمود مجمی کی خدمت میں حاضر ہوا، جو قاہرہ کے گورنر تھے۔ وہ اپنے نائبوں اور خادموں کے ہمراہ سید عبد الرحمن طباطبی مؤذن کے گھر تشریف لے گئے۔ اُن سے اجازت طلب کی۔ وہ اپنے گھر سے باہر آئے تو اُنہیں گورنر کے اپنے یہاں آنے پر سخت حیرت ہوئی۔ وہ اُنہیں اندر لے گئے۔ ہم بھی اُن کے ساتھ اندر چلے گئے اور سید عبد الرحمن کے سامنے اپنے اپنے مرتبے (مقام وحیثیت) کے مطابق بیٹھے۔ سب لوگ جب اطمینان (سکون) سے بیٹھ گئے تو گورنر نے سید صاحب سے کہا: "حضرت! مجھے معاف فرمایئے۔" اُنہوں نے کہا: "جناب! کیا چیز معاف کروں؟" اُنہوں نے کہا: "کل رات میں قلعہ پر گیا اور بادشاہ یعنی ملکِ ظاہر برقوق کے سامنے بیٹھا، تو آپ تشریف لائے اور مجھ سے بلند جگہ پر بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا: یہ بادشاہ کی مجلس میں مجھ سے اونچے کیوں بیٹھے ہیں؟" رات کو میں سویا تو مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

يَا مَحْمُود أَتأنف أَن تَجْلِس تَحت وَلَدِي؟[31] یعنی "محمود! تُو اِس بات کو برا سمجھتا ہے کہ میری اولاد سے نیچے بیٹھے؟"

یہ سن کر حضرت سید عبد الرحمن رو پڑے اور کہا: "جناب! میں ایسا کہاں ہوں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یاد فرمائیں!"

یہ سننا تھا کہ تمام حاضرین بھی رو پڑے اور سب کی آنکھیں اشکبار (آنسوؤں سے لبریز) ہو گئیں۔ سب نے سید صاحب سے دعا کی درخواست کی اور واپس آ گئے۔[32]

---

29 (الشرف المؤبد لآل محمد للنبهاني، فصل: في جملة آثار وقصص في إكرام السلف الصالح وغيرهم لهم رضي الله عنهم، ص101، مكتبة الثقافة الدينية۔القاهرة، الطبعة الأولي: 1428ھ/2007م)

30 (الشرف المؤبد لآل محمد للنبهاني، فصل: في جملة آثار وقصص في إكرام السلف الصالح وغيرهم لهم رضي الله عنهم، ص104، مكتبة الثقافة الدينية۔القاهرة، الطبعة الأولي: 1428ھ/2007م)

31 (الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة لابن حجر الهيتمي، خاتمة في أمور مهمة، 2/695، مؤسسة الرسالة – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417ھ 1997م)

32 (الشرف المؤبد لآل محمد للنبهاني، فصل: في جملة آثار وقصص في إكرام السلف الصالح وغيرهم لهم رضي الله عنهم، ص119، دار الكتب العلمية، بيروت۔لبنان، 2006م)

سادات کرام کا ادب و احترام: حضراتِ محترم! زندگی کی بہاریں (خوشیاں) آہستہ آہستہ کم ہوتی جارہی ہیں اور ہم بھی موت کی طرف گامزن (بڑھتے جارہے) ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ہر ایسے کام سے بچنے کی کوشش کریں، جس میں معمولی سا شبہ (ذرا سا شک) بھی ہو کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ کام حق تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہو اور محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث ہو۔ ساداتِ کرام اگر اچھے (نیک اور با عمل) ہیں تو پھر اور بات ہے۔

اگر بظاہر آپ کو اُن کی کچھ عادات اچھی معلوم نہ ہوں، تو بھی سادات کا کرنا اُن کے اپنے کھاتے (اعمال) میں ہے، ہمیں اُس کا کچھ نقصان نہیں۔ ہمیں اُن کے کاموں کی وجہ سے اُن کی بے ادبی (گستاخی) اور گستاخی (بدتمیزی) کرنے پر تُل جانا اچھا عمل نہیں۔ ہمیں اُن کی محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی نسبت (رشتہ وتعلق) کے باعث خاموشی اختیار کرنی چاہیے، اُن کا ادب و احترام کرنا چاہیے، اُن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سُپرد کرنا چاہیے۔

سادات کرام سے گزارش: آخر میں یہ فقیر (عاجز بندہ) ساداتِ کرام سے اپیل کرتا ہے کہ ساداتِ کرام اپنی وراثت (میراث) کی لاج رکھتے ہوئے اپنے کردار کو نبی کریم ﷺ کے رنگ میں رنگنے کی کوشش فرمائیں۔ ساداتِ کرام کا حُلیہ (ظاہری وضع قطع) دیکھنے والے اُن کے کردار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کی کِرَنیں (چمک، روشنی) محسوس فرمائیں۔ بس یہی گزارش ہے اور آپ حضرات کے لیے تمنا بھی یہی ہے کہ آپ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگ جائیں۔

فقط والسلام مع الاکرام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاول پور۔ پاکستان

۲۶ رجب ۱۴۲۸ھ